مسئلۂ ملکیّت

(از جناب ریاض الحسن صاحب نوری)

ذرائع رزق کی ملکیّت

یہ معلوم ہے کہ قدیم زمانے میں عرب اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں اونٹ اور بھیڑ بکریاں رزق حاصل کرنے کا اہم ذریعہ تھیں۔ اگر قرآن کی رُو سے کوئی شخص رزق کے ذرائع کا مالک نہیں ہو سکتا تو بھیڑ بکری اونٹ گھوڑوں وغیرہ کا بھی مالک نہیں ہو سکتا۔ مگر قرآن اس نظریے کو صاف الفاظ میں جھٹلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَھُمْ لَھَا مٰلِکُوْنَ وَذَلَّلْنٰھَا لَھُمْ فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ وَمِنْھَا یَاْکُلُوْنَ۔ وَلَھُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ۔

(ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) لیے اپنے ہاتھوں کی ساختہ چیزوں سے مویشی پیدا کیے۔ پھر یہ لوگ ان کے مالک ہو گئے ہیں اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا تابع بنا دیا ہے، سو ان میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان میں لوگوں کے لیے اور بھی نفع کی چیزیں ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے)۔ (یٰسین: ۷۱-۷۳)

مذکورۂ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے مویشیوں پر انسانوں کی ذاتی ملکیت کو بطورِ احسان ذکر کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر ملکیت کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک انسان جانور کا مالک بنتا ہے اور اس کو ذبح کر کے کھا جاتا ہے۔ مزید مویشی لوگوں کی ذاتی ملکیت بن کر ان کے رزق کا ذریعہ بنتے ہیں اور اگر ان کی تعداد زیادہ ہو تو شریعت کی رُو سے حکومت کو زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ اگر ذاتی ملکیت جائز نہیں تو زکوٰۃ کیسے وصول کی جاتی۔ کیا حضرت ابوبکرؓ قرآن کو نہیں سمجھتے تھے کہ انہوں نے جانوروں کی زکوٰۃ وصول کی۔ اس میں شک نہیں کہ کُل کائنات کا جس میں انسان بھی شامل ہیں مالک اللہ ہی ہے لیکن کیا اللہ کی

انسان کو دنیاوی زندگی میں کسی چیز کا مالک بنانے کا حق نہیں رکھتا۔ بعض لوگ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ کا نعرہ لگاتے ہیں اور اس سے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ اسلام میں ذاتی ملکیت کا تصور ناجائز ہے مگر آیت کا اگلا حصہ بیان نہیں کرتے۔ اس کو ساتھ ملانے سے آیت یوں پوری ہوتی ہے اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۷: ۱۲۸) "تحقیق زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور آخر کار کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں"۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے وارث کا ترجمہ مالک کیا ہے۔ اگر کسی کا خیال ہو کہ وراثت کا مطلب ملکیت نہیں ہو سکتا تو سنیے خدا نے خود یہ لفظ اپنے لیے استعمال کیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (۱۹: ۴۰) "تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (مالک) رہ جائیں گے"۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے وارث کا لفظ خود اپنے لیے بھی استعمال کیا ہے۔

بخاری اور دیگر محدثین و مؤرخین مثلاً بلاذری نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو کوئی قرض چھوڑ کر مرے گا تو حکومت اس کا قرض ادا کرے گی اور جو وراثت چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے وارثوں کا حصہ ہوگا۔ اگر ذاتی ملکیت کی نفی کرنے والوں کے موقف کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین جو وراثت کے متعلق عدالتی فیصلے کرتے رہے وہ نعوذ باللہ سب غلط قرار پاتے ہیں۔

نبوت کے زمانے میں سکے بہت کم ہوتے تھے۔ لوگوں کا مال و دولت سب جائیداد مویشی یا اجناس کی صورت میں ہوتا۔ مقدمے بہت کم آتے جو آتے وہ زیادہ تر وراثت کی تقسیم سے متعلق ہوتے تھے جن کے فیصلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے تھے۔ جائیداد کی تقسیم کے عام رواج کی وجہ ہی تھی کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جیسا کہ بخاری میں موجود ہے، حضرت فاطمہؓ۔ ازواجِ مطہرات اور حضرت عباسؓ دربارِ خلافت میں خیبر اور باغِ فدک کی زمین کی تقسیم وراثت کے طریق پر کرانے کے لیے مقدمہ لے کر پہنچے۔ یہ معاملہ چونکہ تفصیل طلب ہے اس لیے اس پر ہم نے الگ بحث کی ہے۔ لیکن تمام شیعہ اور سُنّی محدثین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مقدمہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا بلکہ بعد میں بھی اس کا سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ نہیں کہا کہ قرآن کی رُو سے زمین یا جائیداد میں وراثت نہیں چلتی۔ زمین تو اللہ کی ہے۔ اگر حضورؐ کے زمانے میں زمین جائیداد وارثوں میں تقسیم نہ ہوا کرتی تو یہ سب

لوگ اس مقدمے کو لے کر ہرگز نہ جاتے۔ یہ بات تو کہی گئی کہ نبیؐ جو چھوڑتا ہے اس پر خاص وقف کے طریقے سے عمل ہوتا ہے مگر کسی صحابی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ مقدمہ ہی کیوں قائم ہوا۔ زمین تو کسی غیر نبی کی بھی وراثت میں تقسیم نہیں ہوتی۔ کیا یہ سب صحابہ (نعوذ باللہ) قرآن کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیا حضورؐ کے چچا، آپکی صاحبزادیؓ، امہات المومنین سب قرآن سے نعوذ باللہ نابلد تھے۔ اگر ساری تاریخ اور ساری احادیث کی کتابوں میں کہیں ملکیت و وراثت کا ذکر نہ ہوتا، صرف باغ فدک کا واقعہ ہی ہوتا تب بھی یہ اکیلا مقدمہ ہی ذاتی ملکیت اور تقسیم وراثت کے رواج اور شرعی قانون کو ثابت کرنے کے لیے کافی تھا۔

قرآن سے ذاتی ملکیت کا ثبوت سورۂ کہف میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے زمین، باغ کھیتی کی ذاتی ملکیت کا ذکر کیا ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ـ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا وَّكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ ... وَدَخَلَ جَنَّتَهُ ... وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ ...... (۱۸: ۳۲، ۴۴)

ترجمہ: اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجیے۔ ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں کا) کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی۔ اور ان دونوں کے درمیان نہر چلا رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی پھل تھے۔ سو (ایک بار) اپنے اُس (دوسرے) ملاقاتی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور میری عزت بھی زیادہ ہے۔ میرا مجمع بھی زبردست ہے۔ اور داخل ہوا اپنے باغ میں اور وہ ظلم کرنے والا تھا اپنی جان پر (اور) کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آویگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔ اس سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار غریب تھا) جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح

سالم آدمی بنایا۔ لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔ اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدون خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں، اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے۔ اس سے اس کا پانی بھی اندر (زمین میں) اتر کر خشک ہو جائے پھر تو اس کی طلب بھی نہ کر سکے اور اس شخص کے سامانِ تمول کو آفت نے آگھیرا۔ پھر اس نے جو کچھ باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا۔ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا۔ اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلہ لے سکا۔ اس جگہ حکم چلانا واسطے اللہ کے ثابت ہے۔ وہ بہتر ہے ثواب دینے میں اور بہتر ہے انجام لانے میں"۔

پس مذکورہ بالا آیات سے گھوڑے، اونٹ، مویشیوں، زمین، باغ، کھیتی وغیرہ جیسے ذرائع رزق میں ذاتی ملکیت قرآن سے ثابت ہو گئی۔

قوموں کے عروج و زوال ۔ انقلاباتِ عالم کے داخلی اور خارجی محرکات ۔ تہذیب و تمدن کی ترقی و انحطاط کے بارے میں مغربی مفکرین شپنگلر، ہیگل اور مارکس نے جو کچھ کہا ہے اس کی فکر انگیز تصریح اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا تجزیہ و تنقید۔ اس کے علاوہ اسلامی فلسفہ تاریخ کی تشریح و توضیح

عبدالحمید صدیقی کی انگریزی کتاب

A PHILOSOPHICAL INTEPRETATION OF HISTORY

"تاریخ کی فلسفیانہ تعبیر" میں ملاحظہ فرمائیں قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ ترجمان القرآن، اچھرہ - لاہور (پاکستان)